ہفت روزہ

# خدام الدین



## نعت ختم الرسل ﷺ

شرطِ ایماں مصطفےٰ سے والہانہ پیار ہے — پیار لیکن پیروی ہے پیروی دشوار ہے

ہر قدم اِقرأ سے اَکْمَلْتُ لَکُمْ تک راہ میں — زہر ہے زنداں ہے مقتل ہے صلیب و دار ہے

پیروی سے عاشقی آسان ہے اور اس لیے — جس کو دیکھو اُن کا دیوانہ سرِ بازار ہے

کیوں رقیبِ اللہ کا بنتا ہے ناحق یاد رکھ — اے مسلماں! تو غلامِ احمدِ مختار ہے

معجزہ سب سے نمایاں سیدالابرار ﷺ کا — آپ ﷺ کی بے داغ سیرت بے خطا کردار ہے

زندگی خیرالبشر ﷺ کی ابتدا تا انتہا — کوشش و جہد و عمل ہے کاوش و پیکار ہے

بربط و دف، سیم و زر میراثِ پیغمبر نہیں — خنجر و تیر و تبر ہے ڈھال ہے تلوار ہے

اسوۂ ختم الرسل ﷺ کی روشنی میں آدمی — پھول کی ڈالی نہیں ہے تیغِ جوہر دار ہے

شاعری رحمٰن کی ابن رواحہ رضؓ کی طرح
حمد ہو یا نعت ہو اک رزمیہ للکار ہے

شاعرِ بزم و رزم ——— رحمٰن کیانی

۴ر اکتوبر ۱۹۸۵ء

۲ روپے

# احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ندیم

## مسواک کی فضیلت

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السواك مطهرة للفم مرضاة للرّب ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ مسواک منہ کو بہت زیادہ صاف کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ راضی کرنے والی ہے ۔

**تشریح:** فائدہ دو قسم کا ہوا کرتا ہے (۱) دنیاوی فائدہ (۲) اُخروی فائدہ ۔ دنیاوی فائدے کا مطلب یہ ہے کہ کسی عمل کا اچھا نتیجہ دنیا ہی میں ظاہر ہو جائے ۔ آخرت کے بارے میں کوئی پتہ نہیں کہ اجر ملے گا یا نہیں ۔ اخروی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں اس کا کوئی فائدہ بظاہر نہیں ہوا لیکن آخرت میں اس عمل پر اجر بقدر ہو گا ۔ مسواک ایسی چیز ہے کہ اس میں دونوں فائدے ہیں ۔ دنیاوی فائدہ یہ ہو گا کہ منہ پاک و صاف ہو گا ، دانت مضبوط ہوں گے ، مسوڑھوں کی حفاظت ہو گی ۔ اور لوگوں کی نظر میں پسندیدہ ہو گا ۔ اخروی فائدہ یہ ہو گا کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوں گے جو کہ سب سے بڑی نعمت ہے ۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی افادیت کو مدنظر رکھتے ہوتے دوسری جگہ فرمایا کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امّت پر بہت مشقّت پڑ جائے گی تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنا ضروری قرار دے دیتا ۔

---

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول بين السجدتين اللهم اغفرلی وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ اے اللہ! میری مغفرت فرمایئے ، مجھ پر رحم فرمایئے ، مجھے ہدایت دیجئے ، مجھے معاف فرمایئے اور مجھے رزق عنایت کیجئے ۔

یہ بہت ہی جامع دعا ہے ۔ انشاء اللہ اس کے پڑھنے سے دنیا و آخرت دونوں میں فائدہ ہو گا ۔ عام دیہاتی لوگ ایک سجدہ کرنے کے بعد دوسرے سجدے میں بہت جلدی کرتے ہیں جس کی وجہ سے نماز مکمل نہیں ہوتی اور یہ عمل عادتاً کرتے ہیں انہیں یہ دعا ضرور یاد کرنی چاہیئے ۔ انشاء اللہ اس کی وجہ سے نماز کا ثواب بڑھ جائے گا ۔

---

# نقطۂ نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ

خدّام الدّین

لاہور پاکستان

جلد ۳۱ ★ شمارہ ۱۲

بیاد

جانشین شیخ التفسیرؒ امام الہدیٰ حضرت

مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہ

رئیس الادارہ

حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ العالی

مجلس ادارت

عبدالرشید انصاری

بشیر ایڈووکیٹ

انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی : ۲/- روپے

چندہ سالانہ

سالانہ ۸۰/- روپے

ششماہی ۴۵/- روپے

۱۸ محرم ۱۴۰۶ ھ

## صحابہؓ سب کے

### فیصل آباد کے روزنامے کا افسوسناک سہو اور اعتذار

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبوّت کا شاہکار ، اسلام کی آبرو ، سرمایۂ ناز و افتخار ہیں ، پوری امّت کے لئے روشن ستارے ہیں ، حق و صداقت کا معیار اور ایمان علی التوحید ، عشقِ رسول ، اتباع اسوۂ نبویؐ کا مجسم نمونہ ہیں ۔ صرف چار پانچ یا گیارہ بارہ نہیں بلکہ تمام صحابہؓ جنہوں نے مکہ سے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ ہجرت کی وہ بھی اور جنہوں نے حدیبیہ کے مقام پر حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے لہو کا بدلہ لینے کے لئے حضور رحمتِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دستِ نبوت پر بیعت کی وہ بھی ۔ جو بدر و احد میں نبی کے جھنڈے تلے کفر کے مقابلہ میں سینہ تان کر نکلے وہ بھی اور خیبر و حنین میں جن کے سپہ سالار محبوبِ خدا تھے ۔ وہ بھی میدانِ عرفات میں حجۃ الوداع کے موقع پر حضور خاتم الانبیاءؐ نے جن کے سامنے خطبہ پڑھا وہ بھی سارے کے سارے نجات یافتہ اور ہدایت یافتہ ہیں جو کوئی ان میں سے کسی کو ہدایت پر نہ سمجھے وہ راہِ ہدایت سے بھٹکا ہوا ہے ۔ اس کے ایمان کو صحابہؓ سے عناد کا روگ لگ چکا ہے ۔ جو رفقاءِ پیمبر کی عظمت نہ جانے ، جو انہیں ناقص الایمان اور دین کی اساس بدلنے والے بنائے وہ درحقیقت "رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ" کی صداقت کا منکر ہے ۔

ناشر: میاں محمد اجمل قادری ، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور ، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

محرم الحرام کے آغاز پہ فیصل آباد کے روزنامے عوام نے اسلام کے درد اور محبتِ اہلبیتؓ کی آڑ میں صحابی رسولؐ، کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اپنے اداریتی کالم میں انتہائی توہین آمیز الفاظ استعمال کئے۔ ایڈیٹر خدام الدین نے ایک جلسہ میں علماء کرام اور متعلقہ حکام کو متوجہ کرتے ہوئے مذکورہ روزنامہ کے اداریہ کو اشتعال انگیز اور اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دیا۔ مولانا محمد رفیق جامی اور جناب منیر فاروقی نے اس جلسہ کے بعد دوسرے اجتماعات میں بھی جریدہ مذکور کی صحابی رسولؐ کی شان میں گستاخی پر شدید احتجاج کیا۔ چنانچہ چند روز قبل فیصل آباد کے اس اخبار نے صفحہ اول پہ ان الفاظ میں اعتذار شائع کیا:-

”روزنامہ ”عوام“ کی یکم محرم کی اشاعت میں ایک اداریہ بعنوان ”حق و باطل کی جنگ“ شائع ہوا ہے جس میں سہواً ایسے کلمات شائع ہو گئے ہیں جس سے مسلمانوں کے ایک فرقہ کی دلآزاری ہوئی ہے ادارہ عوام اس سہو پر معذرت خواہ ہے۔ ادارے نے ہمیشہ سے یہ بات پیشِ نظر رکھی ہے کہ متنازعہ اور حساس معاملات پر مشتمل تحریریں شائع نہ کی جائیں جس سے کسی شخص یا فرقہ کی دلآزاری ہو۔ لہٰذا اس اداریے میں قابل اعتراض مواد کی اشاعت پر اظہارِ افسوس کرتے ہیں۔“

اور ہم روزنامہ عوام کے اس اندازِ معذرت پر اظہارِ افسوس کرتے ہیں کہ اس نے صحابی رسولؐ کی عظمت و ناموس کا دفاع کرنے والوں کو ایک فرقہ سمجھا ہے۔ اس لئے کہ حضرات صحابہ کرامؓ ملتِ اسلامیہ کے کسی ایک فرقہ یا جماعت کے نہیں، صحابہؓ سب مسلمانوں کے ہیں۔ جس نے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی اور ان کے قلب اطہر پہ نازل ہونے والے کلام الٰہی کو خدا کی آخری کتاب مانا ہے وہ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ کی ابدی و آفاقی صداقت پر بھی ایمان رکھتا ہے۔ جاں نثارانِ نبیؐ کی عزت و ناموس کے دفاع و احترام کا فریضہ کسی ایک فرقہ یا ایک فرد و جماعت پر نہیں پوری امت مسلمہ پر عائد ہوتا ہے۔ روزنامہ عوام کے اداریہ نویس سے جیسے سہو ہوا ایسے ہی اعتذار کی عبارت لکھنے والے سے بھی غلطی ہوئی ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ روزنامہ عوام دینی موضوعات پر لکھنے اور مذہبی مضامین کا اشاعت سے قبل بغور مطالعہ کر لینے کی ذمہ داریاں کسی ایسے صاحب علم کے سپرد کرے گا جو دینی علوم اور مسلمانوں کے دینی جذبات سے اس قدر بے خبر نہ ہو کہ پھر کوئی ایسا ناخوشگوار سہو سرزد ہو۔ ہم ملک کے دینی عناصر سے بھی اس موقعہ پر اپیل کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ وہ ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کی دینی رہنمائی اور سہو لغزشوں کی نشاندہی کا فریضہ باقاعدگی سے ادا کریں اس لئے کہ دین دشمن طاقتیں ذرائع ابلاغ پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لئے پوری طرح سرگرم عمل ہو چکی ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ نئی نسل کو اکابرین اسلام سے متنفر کر کے ان کے اذہان میں زندقہ و الحاد کے بیج بو دئے جائیں اور دینی قوتوں کے دائرہ عمل کو محدود سے محدود تر بنا دیا جائے۔



# خطبہ جمعہ

مرتب

عبدالرشید انصاری

# حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبوت کے فیضان کا عظیم شاہکار تھے

## ایک عمر اور ہوتا تو پوری دنیا پر اسلام کی حکمرانی قائم ہو جاتی

## دُنیا کی تاریخ ان جیسا عادل فاتح اور حکمران پیش کرنے سے قاصر ہے

جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ط

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔

حضرات محترم! ہمارا ایمان اور اس سرزمین تک پہنچنا اور یاقی رہنا یہ حضرات صحابہ کرامؓ کی محنتوں، قربانیوں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وحاکمیت اعلیٰ پر یقین کامل اور حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق اور کامل پیروی کا صدقہ ہے۔ انہی صحابہ کرامؓ کے فیض یافتہ مجاہدینِ اسلام اور خود اصحابِ رسول اعلاء کلمۃ الحق اور دین کی بالادستی قائم کرنے کے لیے اپنے وطن اور اپنے گھر بار کو چھوڑ کر باہر نہ نکلتے تو آج تک یہاں راجہ داہر اور پرتھوی راج کی اولاد کا اقتدار باقی ہوتا۔ یہ صحابہؓ جنہوں نے ایمان کی آنکھ سے آفتاب نبوت کی جلوہ افروزیاں دیکھیں دُنیا کی تمام عظمتیں اکٹھی ہو کر بھی ان کی خاکِ پا کے مقابل نہیں آ سکتیں۔ جن کی تعریف و توصیف ربّ کعبہ نے بیان کی ہو، جن کی تعریف میں قرآن کی آیات نازل ہوئی ہوں، توراۃ و انجیل میں جن کی صداقت و امانت کا بیان ہوا ہو، کائنات ارض و سما ان کا ثانی کیسے پیش کرے گی؟ قرآن کہتا ہے وہ کفر کے لیے برق تپاں اور تیغ براں، اشداء علی الکفار تھے اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے ابریشم کی طرح نرم انتہائی مہربان رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تھے۔ ایک جانب یہ قرآن کی گواہی ہے اور دوسری جانب لچر تاریخی روایات ہیں جو اغیار نے صحابہؓ کی بلندیٔ کردار اور عظمتوں کو مٹانے کے لیے بیان کی ہیں، لیکن مورخوں کو چھوڑا جا سکتا ہے اور قرآن کے فرمان میں شک کرنا جہنم کا راستہ ہے۔

گذشتہ جمعہ اور اس سے پہلے بھی امام مظلوم دامادِ رسول کامل الحیاء والایمان سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب اور شہادت کا تذکرہ ہوتا رہا اور شہید منبر و محراب

صاحب مزار ہمپیر امیر المؤمنین، فاتح و عادل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

لَوْ کَانَ مِنْ بَعْدِی
نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرُ

اگر میرے بعد کوئی نبی
ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

ان کی سیرت و شہادت کے بارے میں چند باتیں عرض کی جائیں گی۔

حضرت عمرؓ اسلام سے پہلے ایمان لانے کے بعد، عہدِ رسالت میں اور عہدِ رسالت کے بعد ہر وقت اور ہر جگہ ممتاز اور سردار رہے ہیں۔ آج بھی اُن کا مقام اُمّت میں حضرت ابوبکرؓ کے بعد سب سے بلند و بالا ہے کہ وہ نبی رحمت کے مزارِ پُر انوار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آرام فرما رہے ہیں۔

سیّدنا عمر فاروقؓ نے اپنی شہادت کے موقعہ پر اپنے فرزند عبداللہ کو اُمّ المؤمنین سیّدنا عائشہ صدیقہؓ کے پاس بھیجا کہ جاکر ان کی خدمت میں کہو "عمرؓ آپؓ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ اُسے رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب حضرت عائشہؓ کے پاس آئے تو وہ امیر المؤمنین ہی کے غم میں آبدیدہ تھیں۔ عبداللہؓ نے حضرت عمرؓ کا سلام اور پیغام پہنچایا تو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ "اس جگہ کو میں اپنے لیے محفوظ رکھنا چاہتی تھی مگر آج میں عمرؓ کو اپنے پر ترجیح دوں گی۔"

عبداللہ بن عمرؓ واپس پہنچے تو حضرت عمرؓ، جو سراپا انتظار تھے، بیٹے سے پوچھا۔ "کیا خبر لائے ہو؟" تو عبداللہؓ نے کہا۔ "جو آپ چاہتے تھے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "الحمدللہ یہی سب سے بڑی آرزو تھی جو اللہ نے پوری کر دی۔"

ملاحظہ فرمائیں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کا ایثار کہ انہوں نے اپنے گھر میں اپنے سرتاج سیّد الانبیاءؐ اور پیارے والد جانشین ہمپیر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اپنے دفن ہونے کے لیے رکھی ہوئی جگہ حضرت عمرؓ کو دے دی۔ اُن کی درخواست کو شرفِ قبولیت عنایت فرمایا اور دوسری جانب حضرت عمرؓ کی عدل پروری اور انصاف پسندی کا نظارہ کیجیے کہ سربراہِ مملکت ہوتے ہوئے حکم جاری نہیں کر رہے، حضرت عائشہؓ سے درخواست کرتے ہیں، اجازت مانگتے ہیں بلکہ بعض روایات میں ہے کہ جب اپنے فرزند حضرت عبداللہؓ کو حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیج رہے تھے تو ہدایت کی کہ یہ نہ کہنا کہ امیر المؤمنین کہتا ہے بلکہ کہنا کہ عمرؓ اجازت طلب کرتا ہے۔ کیا آج کے متمدّن اور روشن خیال عہد کا کوئی وزیر و مشیر اور صدر یا وزیر اعظم ہے جو عمر فاروقؓ کی عدل گستری کا نمونہ پیش کر سکے؟ بلکہ اب تو برسرِ اقتدار لیڈر یا اعلیٰ منصب دار کے مقبرے کی موزوں جگہ پر تعمیر کے لیے غریبوں کی جھونپڑیوں کے شہر اجاڑ دیے جاتے ہیں مگر اسلام کا یہ مایہ ناز حکمران عمر فاروقؓ اپنے آقا کے پہلو میں دفن ہونے کے لیے دو گز جگہ کی اُمّ المؤمنین سے درخواست کر رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا دَورِ خلافت عدل و مساوات کے اور نظم و استحکام کے اعتبار سے مثالی عہد تھا، جس میں حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ جیسے جلیل المرتبت سرداروں اور خود امیر المؤمنین کا بھی محاسبہ ہوتا تھا مگر انتظامِ ملکی میں کوئی رخنہ اور خلل کبھی پیدا نہ ہوا۔ امیر المؤمنین مدینہ طیّبہ میں تشریف فرما ہیں مگر بصرہ، نہاوند، خوزستان اور مدائن کے محاذوں پر لڑنے والی افواج ہر مرحلے پر دار الخلافہ سے رہنمائی پا رہی ہیں۔ غیر ملکی سفیر مدینہ میں آ کر مسلمانوں کا قصرِ خلافت تلاش کرتے ہیں مگر اُمّتِ مسلمہ کا امیر جس کے فرستادوں نے

باقی صنہ ۲۰ پر



# اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے

## اخلاص کے بغیر بات نہیں بنتی لوگوں کی آہا اور واہ کو چھوڑو!

## اخیار کی مجلس میں آؤ ، اشرار کی مجلس سے بچو!

نوچندی جمعرات بعد نماز عشاء، جامع مسجد شیرانوالہ لاہور ۲۲ اگست ۱۹۸۵ء مطابق ۴ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ

خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب کا خطاب

ترتیب : ظہیر میر

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

معزز حاضرین، محترم سامعین!

ہمارے قابل احترام مخدوم محترم حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ تشریف فرما ہیں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ کچھ ارشادات فرمانے کے بعد دعا فرما دیں۔ لیکن انہوں نے کچھ کہنے کا حکم فرمایا ہے۔

اس جگہ کی عظمت، بڑائی اور رفعت مسلّم ہے۔ یہ تصنّع اور بناوٹ کی بات نہیں حقیقت بھی ہے اللہ تعالیٰ جسے نوازنا چاہیں اسے نوازتے ہیں۔ حضرت امام الاولیاء، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہوئے زبان اب بھی لرزتی ہے۔ ایمانداری سے کہہ رہا ہوں۔ طبیعت پر اثر ہے۔ لیکن طمانیت کدہ سے بات بنتی ہے کہ یہ حضرات کام کے لئے آئے تھے اور کام کر گئے۔ کامیاب و کامران لوٹے اور آج یہ فیضان جاری ہے۔ آج یہ ذکرِ الٰہی یہ نورانی محافل اور مجالس، اللہ تعالیٰ انہیں نواز رہے ہیں۔

میں نے فارسی کی جو رباعی پڑھی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تجھے یاد ہے کہ جب تُو پیدا ہُوا تھا تُو رو رہا تھا اور یہ سب ہنس رہے تھے۔ تیرے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہُوا اب غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ تُو زندگی اس طرح گذار کہ تُو ہنستا ہُوا جائے اور یہ روتے رہیں۔ حضرتؒ کے چہرۂ انور کو، عبیداللہ انورؒ کے چہرۂ انور کو ہم نے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ حضرت قاضی صاحب مدظلہ کے ساتھ میں بھی غسل میں شامل تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ محسوس یوں ہو رہا تھا جیسے سو رہے ہیں بدن نرم تھا، چہرے پر مسکراہٹ۔ اور غسل کے بعد تو یوں تھا جیسے پھول کِھل گیا ہے۔

جب تُو اٹھے تو اس انداز سے اٹھ کہ اللہ کو راضی

کر کے اُٹھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر کے جا۔ مخلوقِ خدا کو صراطِ مستقیم پر دوڑا کے جا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ پر میرے دل پر عظمت کا بوجھ پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خانوادہ کو نوازا ہے۔ حضرتؒ کے جدِّ امجد نومسلم تھے اور مالک اپنی قدرت کا مظاہرہ کرتا ہے یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ۔ صاحبزادہ آیا تو دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر شیخ الحدیث بن کر ــــ علماء یہاں آکر پڑھتے تھے بھیجنے والے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ۔ اور بھیجتے وقت یہ طلباء کو نصیحت فرما کر بھیجا کرتے تھے کہ آپ نے یہاں دورۂ حدیث مکمل کیا وہاں جا کر دورۂ تفسیر مکمل کرو۔ وہاں جا کر دیکھو، اور پڑھو۔ تمہارے اندر روحانیت کے اثرات پیدا ہوں۔ تفصیل کا وقت نہیں۔ یہ تصوف، یہ طریقت یہ ذکر اذکار کیا چیز ہے؟ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔ سورج نکلا ہوا ہو کوئی انکار کر دے تو کیا فرق پڑتا ہے؟ تصوف کسے کہتے ہیں؟

تعلیم الظاہر والباطن۔ ظاہر اور باطن کو درست کرنے کا نام تصوّف ہے۔ ظاہر کو درست کر لو شریعت کے مطابق چلنا ہے۔ باطن کو آباد کر لو۔ اس کے اندر جلا پیدا کرنا تصوف ہے معرفت ہے ظاہر باطن سے استغنا نہیں برت سکتا اور باطن ظاہر سے بے نیاز نہیں۔ دونوں لازم ملزوم ہیں، یہ دونوں چیزیں اکٹھی چلتی ہیں۔ اس لائن میں سب سے اہم اور بنیادی چیز اخلاص ہے۔ اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے کام کرنا اسے اخلاص کہتے ہیں۔

## عبادت کو عادت نہ بناؤ

بعض چیزیں عادت بن جاتی ہیں۔ عبادت کو عبادت رہنے دو۔

## عادت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا

ہر نماز کی تعمیل کو ذہن میں رکھو یہ نہیں کہ اتفاق آگیا اور پڑھی بلکہ ذہن میں ہو کہ تیرے حکم کی تعمیل میں جا رہا ہوں، ذہن میں صرف یہ ہو کہ مالک تیری رضا کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس لئے عبادت کو عادت نہیں بلکہ عادت کو عبادت بناؤ۔ جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مقصد صرف یہ ہے کہ مخلوق کو خالق سے جوڑا اور سبق یہ دیا کہ اسے راضی رکھو۔ فرمایا کہ میری جد و جہد اور کاوش صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے ہے۔ الرضوان من اللہِ اکبر۔ اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے۔ ولذکراللہ اکبر۔ اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے۔ سارے کبیر صغیر ہیں۔ اکبر اللہ ہے۔ سب سے بڑا اللہ ہے۔ اللہ کو راضی کرنا ہے مقصود اُسی کی رضا ہے۔ اس میں ریا کا دخل نہ ہو۔ وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (القرآن) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (الحدیث) اشارہ اسی اخلاص کی طرف ہے۔ اخلاص سے عبادت میں جان پڑ جاتی ہے۔ چھوٹا عمل بھی ہو خدا کی رضا مقصود ہو وہ عمل بڑا قیمتی ہوگا۔ اور بڑے سے بڑا عمل ہو لیکن اس میں اخلاص نہ ہو تو کچھ بھی نہیں سب بیکار ہے تفصیل کا وقت نہیں۔ شہادت کتنی کتنی بڑی چیز ہے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنا کتنی بڑی بات ہے خدا کا دین سیکھنا اور سکھانا کتنی



بڑی نعمت ہے لیکن اگر اخلاص نہیں تو بیکار چلی جائیں گی۔ حدیث کا مضمون ہے۔ تفصیل کا وقت نہیں۔ قیامت کے دن اللہ کے حضور پیش ہوں گے سوال کیا جائے گا کہ تم نے کیا کیا؟ جواب دے گا کہ آپ کے نام پر اپنی جان گنوائی۔ تیری راہ میں شہادت کا جام پیا۔ اللہ فرمائیں گے نہیں نہیں تم نے تو اس لئے جان دی کہ لوگ تمہیں بہادر اور غازی کہیں ــ اس طرح عالمِ دین سے سوال ہوگا تم نے کیا کیا؟ جواب ملے گا کہ آپکے دین کی خدمت کی ہے۔ اللہ فرمائیں گے جھوٹ بولتے ہو تم نے دین کی تعلیم اس لئے حاصل کی کہ لوگ تمہیں بہت بڑا عالم کہیں۔ اسی طرح ایک سخی جب یہ کہے گا کہ مَیں نے تیری راہ میں لاکھوں روپیہ خرچ کیا لیکن جواب ملے گا کہ تم بھی جھوٹ بولتے ہو تم نے صرف اس لئے خرچ کیا کہ لوگ تمہیں سخی کہیں۔ کہا جائے گا ان سب کو جہنم میں لے جاؤ۔

میرے دوستو! اخلاص کے بغیر بات نہیں بنتی لوگوں کی آہ اور واہ کو چھوڑو۔ عبادت میں جان پیدا کرنا چاہتے ہو تو اللہ کی رضا کو طلب کرو۔ کوئی کچھ کہے، ہزار مخالفتیں ہوں لیکن کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مالک کہہ دے تم ٹھیک کرتے ہو تو سب ٹھیک ہے۔ خدا کی قسم! اس میں کامیابی ہے کہ اللہ کہہ دے ٹھیک ہے

اصل چیز اخلاق ہے

مسجد بنانا کتنا نیک عمل ہے جنّت واجب ہو جاتی ہے لیکن قرآن پاک ایک مسجد کی نشاندہی کرتا ہے۔ "مسجد ضرار" یہ مسجد مدینہ منورہ میں بنائی گئی۔ زیرِ زمین منافقین کی جماعت کام کر رہی تھی۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے کہا کہ حضور تشریف لے جائیں دو رکعت نماز پڑھا دیں۔ اس وقت حضورؐ نے وعدہ فرما لیا۔ کیونکہ جہاد میں تشریف لے جا رہے تھے۔ جب واپسی ہوئی تو جبرئیل امین قرآن لے کر آگئے کہ اس مسجد میں نہیں جانا ہے وہ بدمعاشی اور تخریب بین المسلمین کے لئے ایک اڈہ بنایا گیا ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کے لئے بنایا ہے۔ آپؐ نے وہاں قدم نہیں رکھنا ہے۔ دیکھو بظاہر تو مسجد ہے۔ لیکن اللہ نے قرآن میں تصریح کرتے ہوئے بات کہی کہ ہم اسے قبول نہیں کرتے۔ بلکہ وہ کچی اینٹوں سے اور گارے سے مسجد بنی ہوئی۔ آپ اُسی میں نماز پڑھاتیں۔ آپ مسجد ضرار میں تشریف نہیں لائے۔ بلکہ آپؐ نے اسے گرا دیا۔ اور جلا دیا۔ آج بھی مدینہ منورہ میں اس جگہ کی نشاندہی کرنے والے کہتے ہیں کہ بے رونق سی جگہ پڑی ہوئی ہے۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بہت بڑا عمل ہے لیکن اُس میں رضائے الٰہی شامل نہ ہو۔ تو بات نہیں بنے گی، کام نہیں ہوگا۔ اس لئے ہم سب کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ اللہ کسی طرح راضی ہو۔ مخلوق کی آہ اور واہ کی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔

نمبر۲ تواضع، عاجزی اور انکساری ہونی چاہیئے۔ تکبّر سے بچنا چاہیئے۔ اخلاق حسنہ میں سرفہرست تواضع کو رکھا گیا ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ۔ جس نے اللہ کے لئے تواضع اختیار کیا اللہ خود اسے بلند کرتا ہے۔ ہمارے یہ بزرگ جن کے لئے عرض کر رہا ہوں یہ چیزیں ان پر چسپاں ہوتی ہیں یہ چیزیں ــ ہمارے یہ بزرگ مجسمۂ اخلاق ہیں تواضع اور انکساری میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ انہوں نے خلوص اور للّٰہیت سے کام کیا۔ دیکھ لیں

آج بھی وہ کام چل رہا ہے جہاں نمود نمائش ہوتی ہے۔ وقتی طور پر جوش ہوتا ہے بعد میں جلد ختم ہو جاتا ہے۔ ہمارے بزرگ تواضع و انکساری کے مجسمہ تھے۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے دیکھا۔ ہم نے بھی قریب سے دیکھا، سفر و حضر میں دیکھا تواضع انتہائی درجے کی تھی۔ معمولی سے معمولی آدمی اور اپنے مرید کے سامنے بھی کھڑے ہو رہے ہیں۔ یہ معمولی بات نہیں۔ یہ تواضع تھی اور اس کے مقابلے میں تکبّر ہے۔ تمام نیکیاں اس سے تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ تواضع اور انکساری بھی پیدا کرنی چاہئے۔ اپنے آپ کو حقیر سمجھنا، کچھ نہ سمجھنا۔ تکبر سے تباہی اور بربادی آجاتی — امام غزالیؒ کہتے ہیں۔ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس شخص کو تکبّر کرنے کا کیا حق حاصل ہے؟ کَیْفَ یَتَکَبَّرُوْنَ خَرَجَ مِنْ سَبِیْلِ الْبَوْلِ مَرَّتَیْنِ جو آدمی پیشاب گاہ سے دو مرتبہ نکلا ہو اسے تکبّر کا کیا حق حاصل ہے؟ جو آدمی اپنے ہاتھ سے نجاست کو دھوتا ہے اور پھر تکبّر کرتا ہے۔ اور یہ کام ایسا ہے کہ اس کے لئے ملازم رکھا ہی نہیں جا سکتا۔ شرم و حیا مانع ہے عزتِ نفس ہے، کوئی اس کام کے لئے تیار نہیں۔ کوئی وضو تو کرا سکتا ہے، استنجہ نہیں کرا سکتا۔ لاکھ روپیہ کوئی دے۔ کوئی اس کام کے لئے تیار نہیں ہو سکتا جو اپنے ہاتھ سے نجاست دھوئے اور پھر باہر نکل کر تکبّر کرے۔ شیشہ لگا کر دیکھ تو سہی کہ تُو ہے کیا؟ کھایا کیا نکلا کیا؟ کوئی بزرگ جا رہے تھے کہ ایک نوجوان اکڑ کر چل رہا تھا۔ بزرگ نے کہا میاں! ذرا عاجزی سے چل یہ کیا کرتا ہے؟ اس نوجوان نے کہا۔ کیا تُو مجھے جانتا نہیں ہے؟ بزرگ نے کہا کہ ہاں جانتا ہوں۔ رہنے دے میں جانتا ہوں کہ تو کیا ہے؟ تیری ابتدا پانی کی ناپاک بوندیں، تیری انتہا بدبودار لاش اور درمیان کی بات کرتا ہے۔ سیروں گندگی اٹھا کر پھرتا ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تُو کیا ہے؟ یاد رکھو لاکھ نمازیں پڑھی جائیں ساتھ تکبّر ہو بات نہیں بنے گی۔ اسی واسطے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے طور پر یہ کہتے ہیں

اللھم اجعلنی فی عینی صغیرًا وفی اعیننا الناس کبیرًا۔ اے اللہ! مجھے میری آنکھوں میں چھوٹا دکھلا اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا دکھلا۔ یہ وہ ذات کہہ رہی ہے کہ جو پوری کائنات کی سردار ہے۔ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن کا فیضان آج بھی جاری ہے اور قیامت تک ہے اور قیامت کے بعد بھی جاری رہیگا وہ یہ فرما رہے ہیں تکبر انتہائی خطرناک چیز ہے۔ شیطان کو کس چیز نے تباہ کیا؟ فرعون کو کس نے مجبور کیا؟ انا ربکم الاعلیٰ۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جب ایمان کی دعوت دی اور جب سمجھاتے سمجھاتے رہے تو کہنے لگا اگر میں کلمہ پڑھ لوں تو مجھے کیا ملے گا؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھا سمجھا کر انتہا کر دی

فرمایا

تجھے زندگی ملے گی قیامت تک۔ دوم نمبر پر تیری بادشاہت قیامت تک جاری رہے گی۔ تیسرے نمبر پر تجھے جوانی دی جائے گی بڑھاپا نہیں آئے گا اور چوتھا یہ کہ صحت دی جائے گی بیماری کا نام بھی نہیں ہوگا۔ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے — بدبخت کہنے لگا۔ اچھا مجھے سوچنے اور مشورہ کرنے کا موقع دیں — دعویٰ خدائی کا اور مشورہ کروں —؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ پھر میری بھی ایک بات سن۔ اپنے وزیر ہامان سے مشورہ نہ کرنا۔



وزیر اعظم تھا اُس وقت کا — فرعون نے اپنی بیوی آسیہ سے مشورہ کیا۔ بیوی نے کہا۔ اور کیا چاہتے ہو یہی نعمتیں تو جنّت میں ملیں گی تجھے دنیا میں مل رہی ہیں۔ اور کیا چاہیئے؟ فرعون کچھ تیاری کرنے لگا تو ہامان کو پتہ چل گیا وہ دوڑا دوڑا آیا۔ اس نے کہا کہ سنا ہے آپ کچھ بندے بننا چاہتے ہیں یعنی "بندے دا پتر بننا چاہنا ایں"۔ فرعون نے کہا۔ ہاں کچھ ارادہ ہو رہا ہے۔ موسیٰ کے کمالات میں دیکھ چکا ہوں وہ غلط بات نہیں کہتا۔ اگر یہ چار چیزیں مجھے مل جائیں تو اور کیا چاہیے؟ ہامان نے تلوار نکالی اور کہا کہ پہلے مجھے مار کیونکہ ساری عمر میں تجھے رب کہتا رہا ہوں۔ اب بندہ کہوں۔ فرعون نے کہا کہ تُو ٹھیک کہتا ہے میں تو بڑا ہوں۔ بالکل ٹھیک ہے میں نہیں مانتا موسیٰؑ کی بات۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ تکبّر نے فرعون کا بیڑا غرق کیا۔ اس واسطے اس بات کو پلّے باندھنا چاہیئے کہ ہر ایک کے ساتھ برتاؤ تواضع کے ساتھ کرنا چاہئے۔ آپ کی مجلس میں جو باتیں کر رہا ہوں یہ بڑی اونچی باتیں ہیں۔ اس کے بغیر کچھ بھی نہیں ملتا اور مزید یہ کہ

## صلحاء کی مجلس کو اپناؤ
## اخیار کی محفل میں آؤ
## اشرار کی مجلس سے بچو،
## نیکوں کی محفل میں آنے سے
## تمہارے اندر کمال پیدا ہوگا

خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ ہوا جو چل رہی ہے اس کے اندر بدبو نہیں ہے اس کے اندر خوشبو نہیں ہے لیکن اگر یہ عطّار کی شیشیوں سے ٹکرا کر آئے تو دماغ کو معطر کر دے اور اگر گندگی کے ڈھیر سے اٹھ کر آئے تو دماغ کو خراب کر دے ناک پر رومال رکھنے پر آدمی مجبور ہو۔ تو پتہ چلا کہ مجلس اور صحبت کا اثر ہے۔ ہوا کے اندر بدبُو اور خوشبو نہیں ہے اگر اچھی مجلس اپنا لی جائے گی ذکر اذکار والی محفل ہوگی تو اس مجلس سے اچھی جگہ اور کہاں ہوگی۔ جس پر خدا کی رحمت برس رہی ہے اسے اپناؤ۔ انگریزی خواں لوگو! گولڈن چانس ہے یہ بعد میں کچھ نہیں ہوگا۔ یہ جو آپ نے اللہ اللہ کیا ہے، یہ جو ذکراللہ ہُوا ہے۔ ہم ذاکر ہیں مذکور کوئی اور ہے۔ مذکور اللہ ہے۔ اللہ کہتے ہیں۔ فاذکرونی اذکرکم۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ ہم کروڑ دفعہ کہیں اللہ اللہ۔ لیکن مالک ایک دفعہ کہہ دے کہ تُو ٹھیک کہتا ہے، خدا کی قسم سودا سستا ہے ذکر کے اثرات دل پر ہوتے ہیں۔ سوڈا کاسٹک اگر صابن میں ڈال کر میل کچیل نکالتا ہے۔ خدا کے نام کی تاثیر بہت زیادہ ہے۔

بقول اکبر ؎

کسی سے میں یہ کیوں پوچھوں تصوف کس کو کہتے ہیں
خود اپنے دل کو دیکھا اور سمجھا اس کو کہتے ہیں

اپنے آپ کو جھکا دو، ہتھیار پھینک دو۔ سجدے میں پڑ گئے باقی رہا کیا؟ ؎

نہ صورت کا تصنّع ہے نہ رسموں کا تکلّف ہے
خودی خدا سے جھکے بس یہی تصوّف ہے

زیادہ تفصیل میں نہیں جاتا۔ گھڑی بھی آواز دے رہی ہے اوپر شعر بھی لکھا ہُوا ہے ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

تو بات یہ ہے کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ ایک بات کہہ کے بات ختم کرنا چاہتا ہوں میرے بھائیو! اس مجلس میں آیا کرو۔ بڑے بڑے نیک آدمی بیٹھے ہیں۔

اللہ جانتا ہے اور اتنی بڑی درخواست پیش ہو اور اس پر دستخط ہوں تو اللہ رد نہیں فرماتے۔ اس کی شانِ کریمی سے بعید نہیں ہے۔ قرآن میں اصحاب کہف اور ان کے کتے کا ذکر ہے۔ کتا نجس اور پلید ہے۔ لیکن قرآن میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے۔ علامہ ابن کثیر اور دیگر مفسرین لکھتے ہیں کہ تین سو نو برس اللہ نے انہیں غار میں سلایا اور ان پر اپنی رحمت نازل کی۔ جہاں اُن پر رحمت نازل ہوتی وہاں اُن کے صدقے میں کتے کو بھی محروم نہیں کیا۔ سعدی شیرازی کہتے ہیں ؎

پسرِ نوح با بداں بنشست خاندانِ نبوتش گم شد
سگِ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

نوح علیہ السلام کا بیٹا بُروں کی صحبت نصیب ہوتی۔ خاندان نبوّت سے نکل گیا کافر بن گیا۔ اور اصحاب کہف کا کتّا جو کہ پلید ہوتا ہے۔ اچھوں کی مجلس میں بیٹھا اللہ نے اسے بھی نوازا کل جنّت میں جائے گا۔

## نیکوں کی مجلس میں بیٹھا کرو

## یہاں بیٹھنے سے راحت محسوس

## ہوتی ہے۔ یہاں ایسے بیٹھو

## جیسے دریا میں مچھلی ہوتی ہے

## ایسے نہ بیٹھو جیسے پنجرے میں

## ـــــ پرندہ ہوتا ہے ـــــ

ہمارے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جو مجددِ وقت تھے نے ایک جگہ مثال دے کر سمجھایا ہے۔ دیکھو انڈہ مردہ ہے اور مرغی زندہ۔ لیکن اگر کچھ انڈے ہوں اور مرغی اُن پر بیٹھے اور تدریجی عمل کے ذریعے حرارت پہنچائے تو مردہ انڈے کو زندگی مل جاتی ہے۔ تو حضرت فرماتے ہیں کہ تو مُردہ دل ہے کسی زندہ دل کے پاس بیٹھ، زندگی آتی ہے یا نہیں۔ اللہ والے کے پاس بیٹھ جس کا دل زندہ ہے فوراً کرنٹ نہیں پڑے گا۔ بعض کہتے ہیں حضرت بس ایسی نظر ڈالو کہ بیڑا پار ہو جائے۔ اللہ قادر مطلق ہے کر سکتا ہے۔ لیکن اکیس دنوں کے بعد مرغی کے انڈوں سے بچے نکلتے ہیں۔ ایک دن میں یہ عمل ممکن نہیں ہوتا۔ تدریجی حرارت جو برداشت ہو جائے۔ ورنہ یکدم کرنٹ لگے اور معاملہ پار۔ جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل سے بہترین محفل کون سی تھی؟ وہ ایسی محفل تھی جس پہ فرشتے رشک کرتے تھے۔

کیا کہنا صدیق اکبرؓ کا، فاروق اعظمؓ کا، حضرت عثمانؓ کا، علی مرتضیٰؓ کا۔ سعدؓ اور سعیدؓ کا، طلحہؓ اور زبیرؓ کا، ابو عبیدہؓ اور عبدالرحمٰنؓ کا، ابوہریرہؓ اور ابوذرؓ کا، سلمانؓ اور صہیبؓ کا۔

یاد رکھو! پانی کشتی کے اندر نہیں باہر ضرور ہونا چاہئے۔ اسی لئے دنیا دل کے باہر ہونی چاہئے۔ یعنی اگر پانی کشتی کے اندر پڑ گیا تو کشتی ڈوبے گی اور اگر دنیا کی محبت دل میں پڑ گئی تو دل ڈوبے گا۔ باہر رہے۔ حبِّ دنیا کا مطلب یہ نہیں کہ نوٹ پھاڑ دو۔ یعنی انگریزی دان کہتے رہتے ہیں کہ مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ ہم کاروبار چھوڑ دیں؟ کھانا پینا چھوڑ دیں؟ نہیں نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے۔ مولانا رومؒ اللہ کے ولی تھے وہ کہتے ہیں میں تمہیں بتاؤں کہ دنیا کیا ہے؟ ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن
نے تماشہ سیم و زر نہ فرزند و زن

دنیا نام ہے خدا سے غافل ہونے کا۔ سونے چاندی اور بیوی بچوں کا نام دنیا نہیں ہے

## کسبِ دنیا اور ہے

## حُبِّ دنیا اور ہے



دنیا حلال طریقے سے کمانا جائز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ انہوں نے خدا سے کہا کہ فلاں آدمی رو رو کر دعا مانگ رہا تھا لیکن اس کی دعا قبول نہیں ہوتی؟ اللہ پاک نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ! تو ظاہر کو دیکھ رہا ہے کہ رو رہا ہے۔ میں اس کے باطن کو بھی جانتا ہوں۔ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، پہننا حرام فانّیٰ یستجاب۔ اس کی دعا کیسے قبول ہو۔ یاد رکھنا حبِّ دنیا کے معنی یہ نہیں کہ ریڑھی لگانا چھوڑ دے، دکان پر جانا چھوڑ دے۔ نہیں نہیں یاد رکھنا ایک گنڈیریاں بیچنے والا گنڈیریاں بیچتا ہے لیکن اذان ہونے پر نماز پڑھتا ہے تو اس کا گنڈیریاں بیچنا بھی ثواب۔ اور ہاں اگر مسجد میں بیٹھ کر کوئی گپیں ہانکتا ہے، سیاست ہو رہی ہے۔ یاد رکھنا مسجد میں بیٹھ کر اللہ کے غضب کا باعث بنتا ہے اور وہ باہر گنڈیریاں بیچ کر نیکیاں کما رہا ہے۔ ایک بات ایمانداری سے کہہ کر بات ختم کرتا ہوں کہ اللہ ہی سب کچھ ہے۔ اللہ کے سوا ساری دنیا مل کر مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔ زیادہ سے زیادہ پلاسٹک کی مکھی بنا سکتے ہیں۔ لیکن چھوٹی سی مکھی ہے دیکھو اس کا سر بھی ہے دماغ بھی، آنکھیں، دماغ، دل و جگر، معدہ ہاتھ اور پاؤں سب کچھ ہے۔ خلیفہ منصور کے دربار میں حضرت مقاتل جو ایک بڑے مفسّر گزرے ہیں۔ بیٹھے ہوئے ہیں خلیفہ کی ناک پر مکھی آن بیٹھی۔ خلیفہ نے پوچھا کہ اللہ نے یہ مکھی کیوں بنائی ہے۔ مولانا نے کہا کہ یہ متکبّروں کے تکبّر کو دور کرنے کے لئے بنائی ہے۔

ضعف الطّالبُ وَ المَطْلُوبُ۔ مانگنے والا بھی کمزور اور جس سے مانگو گے وہ بھی کمزور۔ تو اللہ پاک ہی مطلوب حقیقی، معبودِ حقیقی اور مقصود حقیقی ـــ ساری طاقتوں کا مالک اللہ ہی ہے۔ بلکہ ایک جملے کی اجازت چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت بھی اسی لئے ہے کہ وہ رسول اللہ ہیں۔ کیونکہ مرکز اللہ ہے۔ اس لئے اللہ نے کہا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ ایمان والوں کی سب سے بڑی چیز اللہ کے ساتھ محبت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اس بنیاد پر نہیں کہ عبداللہ کے بیٹے ہیں، آمنہ کے لال ہیں۔ نہیں نہیں صرف اس لئے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے ایسا پیار اور عشق ہے کہ کسی لیڈر پلیڈر کے ساتھ نہیں۔

## کوئی کسی لیڈر کے نام پر گولی

## کھانے کو تیار نہیں۔ لیکن آج

## نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)

## کی عزّت اور ناموس کی بات

## آئے تو مسلمان بڑھ چڑھ کر

## اپنی چھاتی کو پیش کرتا ہے۔

## وہ پکار کر کہتا ہے ؎

نماز اچھی روزہ اچھا حج اچھا، زکواۃ اچھی
مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جبتک کٹ مروں خواجہ بطحا کی عزّت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

محبّت ان کے ساتھ ہے اور ہونی چاہئے کیونکہ اس کے بغیر گذارا نہیں لیکن اس لئے کہ وہ رسول اللہ ہیں لیکن بتاؤ آج ہم مرزا غلام احمد قادیانی پر لعنت بھیجتے ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ نہیں ہے اسے اللہ نے نہیں بھیجا۔ تو جسے اللہ بھیجے اسے نہ مانو تو کافر اور جسے اللہ نہ بھیجے اُسے مانو تو کافر۔

قرآن مجید سے پیار اس لئے ہے کہ کتاب اللہ ہے اس لئے تھوڑی ہے کہ خوبصورت کاغذ پر چھپتا ہے، کتابت اچھی ہوتی ہے نہیں نہیں قرآن سے محبت اس لئے ہے کہ یہ کتاب اللہ ہے۔ اور بیت اللہ کے ساتھ پیار کیوں ہے؟ لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہر سال جاتے ہیں، قیامت تک جاتے رہیں گے۔ اس طرح جاتے ہیں جس طرح شمع پر پروانے گرتے ہیں۔ حالانکہ دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ وہ زیادہ خوبصورت نہیں ہے لیکن اگر قسم کھاؤں تو حانث نہیں ہوں گا۔ حجرِ اسود کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا جس پہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ مبارک لگے ہوں، حضرات خلفائے راشدین کے ہونٹ لگے ہوں۔ أئمہ اربعہ، سلف صالحین نے اُسے چوما ہو۔ اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہاں کھڑے ہو کہ کہہ رہے تھے کہ او پتھر! میں تجھے اس لئے چومتا ہوں، میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تجھے چوما ہے ورنہ تو نفع نقصان کا مالک نہیں ہے اور آخری جملہ کہوں حضرت لاہوری اور ان کے فرزند ارجمند ہمارے مخدوم حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ۔ اللہ کی ان گنت رحمتیں ان پر نازل ہوں۔ اللہ اُن کے اس مرکز کو آباد فرمائے (آمین) اور ان کے جانشین جو ہمارے محترم ہیں حج پر گئے ہوئے ہیں اور دوسرے ان کے فرزندِ ارجمند میاں اجمل تشریف فرما ہیں۔ اللہ پاک نے ان دونوں کو نوازا ہے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس اور دیکھیں تو جامعہ اشرفیہ کا طالب علم؟ اور کیا کہہ سکتا ہوں یہ تواضع نہیں ہے تو اور کیا ہے یہی تو بزرگوں کے اثرات ہیں۔ ان لوگوں سے پیار اس لئے ہے کہ یہ ولی اللہ ہیں۔ اگر یہ ولی اللہ نہ ہوتے تو کون ان سے پیار کرتا۔ تو اصل بات وہی ہے والذین امنوا اشدّ حبًّا لِلّٰہ۔ ایمان والوں کو سب سے زیادہ پیار اللہ سے ہوتا ہے۔ اور بات ختم کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ

**اللہ کو عبادت سے**

**رسولُ اللہ کو اطاعت سے**

**اور مخلوق کو خدمت سے راضی کر لو**

**یہ سارے قرآن کا خلاصہ ہے**

تو میرے بھائیو، بزرگو اور دوستو! یہ چند روزہ زندگی ہے اسے ٹھکانے لگا لو۔ یہ زندگی برف کی طرح پگھل رہی ہے۔ پگھل گئی تو پچھتاوا ہو گا۔ گرمی پڑ رہی ہو تو برف بیچنے والا غافل نہیں ہوتا کیونکہ اسے پتہ ہے کہ میرے پاس یہ برف کا بلاک جس پر بوری پڑی ہوئی ہے یوں اگر وقت گذر گیا تو مردہ غائب اور کفن موجود۔

اگر برف والا یہ سمجھتا ہے کہ برف پگھل رہی ہے تو کیا ہماری زندگی برف کی طرح نہیں پگھل رہی حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے نشانی ہے کہ وقت جلد گزر جائے گا کوئی سمجھے نہ سمجھے لیکن مجھے خوب سمجھ آ گئی ہے۔ ادھر جمعہ پڑھا کر فارغ ہوتا ہوں۔ پھر یوں ہی دوسرا جمعہ آ جاتا ہے وقت گزر جائے تو ہاتھ آتا نہیں۔ اس لئے اسے ٹھکانے لگانے کی ہم سب کو فکر کرنی چاہئے۔ ایسی مجالس میں شرکت اور شمولیت غنیمت سمجھو اور اللہ کو راضی کرنے کی فکر کرو ے

الٰہی یہ توفیق ہم کو عطا ہو
کریں کام وہ جس میں تیری رضا ہو
مطالب ہیں بہت وقت دعا کچھ کہہ نہیں سکتا
الٰہی فضل کر! اس کے سوا کچھ کہہ نہیں سکتا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین



راشد شکور
سیالکوٹ

آخری قسط

# زعیم قافلۂ جہاد
# شاہ اسمٰعیل شہید
# رحمۃ اللہ علیہ

## جہاد کا مقصد اور حضرت شہید کی کامیابی

تحریکِ جہاد کے بارے میں شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے جو نظریات تھے ان کی عملی صورت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی ذات گرامی میں نظر آتی ہے اور علم کا جو سفر شاہ ولی اللہؒ سے شروع ہوا وہ شاہ صاحبؒ پر عمل کی صورت میں آ کر ڈھل گیا۔ حضرت شہیدؒ بھی شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کی طرح ایک خلافتِ اسلامیہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ اسی مقصد کے لیے آپ نے تحریکِ جہاد کا آغاز کیا۔ جب اُن کے چچا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا تو مسلمانوں پر دو ذمّہ داریاں عاید ہو گئیں:

۱۔ جہاد

۲۔ ہجرت

ان دونوں ذمّہ داریوں کو سب سے پہلے شاہ شہیدؒ اور ان کے مرشدؒ نے محسوس کیا اور خلافت اسلامیہ کے قیام کے لیے بغرض جہاد ہجرت کر گئے۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ سکھوں کو شکست دیتے ہوئے انگریزوں کو ملک سے نکال باہر کرنے کے لیے ہندوستان کی طرف پیش قدمی کریں اور کتاب و سنّت کے مطابق اسلامی حکومت قائم کریں۔ سیّد احمد شہیدؒ جن کی معیت میں شاہ صاحب جہاد کر رہے تھے ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

"ہمارا اصل مقصد پورے
ہندوستان پر لشکر کشی ہے
نہ کہ دوسرے علاقے کو
وطن بنا کے بیٹھ رہنا ہے[1]

اسی طرح سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ انگریز کے بارے میں لکھتے ہیں:

"انگریز کفّار جو ہندوستان
پر غلبہ پا چکے ہیں بہت
تجربہ کار، ہوشیار، حیلہ باز
اور مکّار ہیں۔ اگر اہل خراسان
کے پاس آئیں تو بہت آرام
سے اُن کے تمام علاقے
اپنے قبضے میں لے لیں گے
پھر اُن کی حکومت آپ
کی مملکت تک بھی جا پہنچے
گی۔ دارالحرب اور دار
الاسلام کے کنارے باہم
مل جائیں گے۔[1]

اُن کی جنگ خالص انگریزوں کے خلاف تھی اور خالص دینی جنگ تھی۔ اس میں کسی قسم کی ذاتی غرض کو کوئی دخل نہ تھا۔ یہ تحریک اسلامی حکومت کے قیام کی پہلی کوشش تھی۔

شاہ صاحبؒ کی یہ تحریک بظاہر ناکام نظر آتی ہے لیکن اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اُن کی یہ تحریک بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس تحریک کی بدولت مسلمانوں میں یہ شعور پیدا ہوا کہ وہ سات سمندر سے پار آئے ہوئے فرنگی کی غلامی سے نجات حاصل کریں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے

---

[1] مکاتیب سیّد احمد شہید ص۲۸ جانب اوّل

[1] مکاتیب سیّد احمد شہید ص۲۸ جانب اوّل

بعد آزادی کی کئی تحریکیں چلیں سکھوں کی حکومت کے بعد بھی کئی سال تک مجاہدین کے حملے انگریزی علاقوں پر ہوتے رہے حتیٰ کہ ۱۸۶۲ء میں وہ معرکہ پیش آیا جسے تعصب سے "وہابیوں کی جنگ" کہا جاتا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آزادی کی جنگوں کا یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء تک پھیلا ہوا ہے۔ اس تحریک کی کامیابی خود پاکستان کا وجود ہے۔ اس کامیابی کو دیکھ کر ولسن ہنٹر کو لکھنا پڑا کہ:

"یہ تحریک کسی رہنما کی موت و حیات سے بالکل مستغنی ہو گئی تھی۔"

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ ارقام فرماتے ہیں:

ان کا مقصد یہ تھا کہ ان سکھوں کو شکست دیتے ہوئے جنہوں نے پنجاب پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو بڑی اذیتیں پہنچائی تھیں انگریزوں کو نکالنے کے لیے ہندوستان کی طرف پیش قدمی کریں اور کتاب و سنت کے مطابق اسلامی حکومت قائم کریں۔ چنانچہ اس میں ان کو کامیابی حاصل ہوئی اور بہت سی جنگوں میں سکھوں کو شکست دے کر اس کے گرد و نواح میں شریعت کے مطابق اسلامی حکومت قائم کر دی اور اس کے مالی اور انتظامی نظام کو پوری طرح نافذ کر دیا لیکن افغانیوں نے اس نظام کو اپنے ذاتی اغراض اور جاہلی عقائد و عبادات سے ٹکراتا دیکھ کر ان کے خلاف بغاوت کر دی اور اس نظام کو ناکام بنا دیا۔ اس کے بعد وادی بالاکوٹ میں سکھ فوج سے مجاہدین کا معرکہ ہوا جس میں سید صاحب اور اُن کے رفیق مولانا اسمٰعیل صاحب اور ان کے دوسرے بڑے بڑے ساتھی ۱۲۴۶ میں شہید ہو گئے۔[1]

شاہ صاحبؒ کی تحریکِ جہاد کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُن کے جہاد کا جو قبل از وقت تھا ایک نقصان یہ ہوا کہ ۵۷ کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی عددی طاقت کم ہو گئی اور مسلمانوں کو اس جنگ میں شکست ہوئی۔ یہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ کسے معلوم تھا کہ جہاد اپنوں ہی کی غدّاری سے 'ناکام' ہو جائے گا اور

[1] مشرقِ اوسط کی ڈائری صہ ۱۵۴

۵۷ء کی جنگِ آزادی پیش آئے گی۔ یہ کہنے میں ہم تو کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ ۵۷ء کی جو جنگ لڑی گئی تھی' وہ شاہ صاحب کے فکرِ جہاد کا نتیجہ تھا۔ یہ امر آخر ہے کہ اس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اگر شاہ صاحبؒ کو غدارانِ ملت کی غدّاری کا سامنا نہ کرنا پڑتا، تو مذکورہ جنگ کی نوبت ہی نہ آتی اور انگریز کبھی کا اس ملک سے چلا گیا ہوتا۔

## شاہ صاحبؒ کا نظریہ جہاد

جہاد جہد سے مشتق ہے جس کے معنی محنت و مشقّت اور کسی کام میں سخت تکلیف برداشت کر لینے پر ہمہ تن آمادگی کے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں جہاد کی تعریف یہ ہے کہ دشمن کے حملے کی روک تھام کے لیے بھرپور طاقت کے ساتھ انتہائی کوشش کرنا۔ شاہ صاحب کا نظریہ بالکل شریعت کے عین مطابق تھا۔ اُن کے نزدیک ہر وہ چیز جو جہاد کے ادا کرنے میں مانع ہو اسے ترک کر دینا چاہیئے۔ حتیٰ کہ اگر ریاست اور حکومت مانع ہو تو اسے بھی چھوڑ دینا چاہیئے۔ مولانا کے نزدیک کامیاب زندگی کا مدار صرف اور صرف جہاد پر ہے۔ وہ تمام عمر اسی کام میں صرف کر دینے پر زور دیتے ہیں نواب وزیر الدّولہ رئیس ٹونک کے



نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"میری ملاقات تک اسی ایک نکتہ پر قناعت فرمائیں جو سیّد المرسلینؐ تمام خلفائے راشدینؓ اور اہلِ بیتؓ پاک اور ذی عزت صحابہؓ کی سنّت ہے۔ وہ یہ کہ تمام عمر خود کو بلکہ ہر لحظہ و ہر لمحہ رات دن قیام جہاد کی کوشش فرمائیں اور اپنے تمام عزیز و اقارب کو اسی نیک جدّ و جہد میں صرف کریں اور اپنی قیمتی عمر کو اس شغل میں بسر کرنے کو سب سے بڑی سعادت شمار فرمائیں خواہ سعی مذکور انجام کو پہنچے یا نہ پہنچے کیونکہ اپنی عمر گذارنے کا مقصد پروردگارِ عالم کی اطاعت اور سردارِ انبیاء کی مطابعت ہے۔"

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

"اور اپنے اوقات کو اسی عظیم عبادت کی جدّ و جہد میں صرف کریں اور قربِ حق کے حصول کو اسی راستہ پر منحصر تصوّر فرمائیں اور دوسرے دینی اور دنیاوی کاموں کو نظر انداز کر کے مردانہ وار اسی میدان میں آ جائیں۔"[1]

ایک اور مکتوب میں علماء کی جہاد کی طرف سے بے توجہی کا ذکر فرماتے ہیں:

"جہاد کی اہمیت آج علماء کے نزدیک اتنی بھی باقی نہیں رہ گئی جتنی ان کی نگاہ میں کتاب الحیض والنفاس کی ہے۔"[2]

## شیخ نجدی اور شاہ صاحبؒ

شاہ صاحبؒ پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ اُن کی تحریک محمّد بن عبدالوہاب کی تحریک کی ایک شاخ تھی یا کم از کم شاہ صاحب شیخ نجدی کی تحریک اور خیالات سے متاثر تھے۔ حالانکہ تحریکِ جہاد کا شیخ صاحب موصوف کی تحریک سے دُور کا بھی واسطہ نہیں، مگر چونکہ ان دونوں تحریکوں میں ایک قدر مشترک تھی کہ دونوں حضرات دین کو اسی سطح پر لانا چاہتے تھے جس پر دین عہدِ صحابہ میں تھا اور چاہتے تھے کہ خالص دین لوگوں کی زندگیوں میں رائج ہو جائے اس لیے معاندین نے اور خصوصاً انگریز نے اپنے لیے اس تحریک کو سب سے بڑا خطرہ تصوّر کرتے ہوئے لوگوں کو اس سے بدظن کرنے کے لیے اسے "وہابی تحریک" کے نام سے موسوم کر دیا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جب شاہ صاحب حج سے واپس ہوئے تو عرب ممالک کے مسلمانوں سے ہندی مسلمانوں کا موازنہ کیا۔ ہندی مسلمانوں کی روبہ تنزّل دینی حالت دیکھ کر نہایت دلگیر ہوئے کہ لوگ دین سے اس قدر بے بہرہ ہو چکے ہیں۔ پھر مسلمانوں کی اصلاح کے جذبے نے مزید شدّت اختیار کر لی اور حج کے بعد آپ ہمہ تن اس کام میں مصروف ہو گئے لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ شاہ شہید، شیخ موصوف یا اُن کی تحریک سے متاثر تھے۔

شاہ صاحبؒ کا خاندان علم کا گہوارہ تھا، اس لیے انہیں کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت نہ تھی اور خود اُن کے دادا (شاہ ولی اللہؒ) ایک جامع ترین نظریہ رکھتے تھے جسے شاہ صاحبؒ نے آگے بڑھایا۔ حضرت شہیدؒ خود مجتہدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اس لیے یہ بات انتہائی مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے کہ آپ شیخ نجدی سے

[1] مکتوبات سیّد احمد از جعفر تھانیسری صہ ۱۶۶، صہ ۱۶۷ اردو ترجمہ

[2] تحقیق و انصاف کی عدالت میں۔ از مولانا ابوالحسن علی ندوی صہ ۳۶ حاشیہ

متاثر تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی ملاقات کبھی شیخ سے نہیں ہوئی۔ ملاقات ہو بھی کس طرح سکتی تھی جبکہ شاہ صاحب کی ولادت ۱۷۷۹ء یا ۱۷۸۱ء کو ہوئی اور محمدؒ بن عبدالوہاب کی وفات ۱۷۹۲ء کو ہوئی۔ گویا شاہ صاحب کی عمر شیخ نجدی کی وفات کے وقت گیارہ یا تیرہ برس تھی اور اس بات کی بھی کوئی شہادت نہیں کہ آپ نے اس عمر میں کبھی نجد کا سفر کیا ہو۔ جب آپ حج کے لیے ۱۸۲۱ء کو گئے تو اس وقت محمدؒ بن عبدالوہاب کی وفات ہو چکی تھی اور حرمین الشریفین میں ان کا حلقہ ٹوٹ چکا تھا۔ کوئی شخص اس عنوان سے گفتگو کرنے والا نہ تھا۔ علاوہ ازیں محمد بن عبدالوہاب اور شاہ شہید کی تحریکوں میں بعد المشرقین تھا اور نمایاں فرق یہ تھا

| محمد بن عبدالوہابؒ | شاہ اسمٰعیل شہیدؒ |
|---|---|
| ۱۔ اُن کی کشمکش مسلمانوں سے تھی۔ | ۱۔ ان کا جہاد کفّار سے تھا۔ |
| ۲۔ ان کی تحریک میں جہاد کوئی امتیازی شان نہیں رکھتا تھا۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ مسلمان شرک و بدعت سے باز آجائیں۔ | ۲۔ ان کی تحریک کی اصل رُوح جہاد تھی اور باقاعدہ حکومتِ الٰہیہ کا قیام تھا۔ |
| ۳۔ ان کی تحریک کو سیاسیات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ | ۳۔ ان کی تحریک مذہبی و سماجی ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ تر سیاسی عناصر بھی اپنے اندر رکھتی تھی۔ |
| ۴۔ محمد بن عبدالوہاب ۱۷۹۳ء میں وفات پا چکے تھے اور شاہ صاحبؒ کی ان سے ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ | ۴۔ شاہ صاحب کو سفر حج (۱۸۲۱ء) سے قبل جہاد کا احساس ہو گیا تھا جس کا بین ثبوت ان کے خطوط اور دیگر تحریرات ہیں۔ |

## مولانا شہیدؒ پر کفرؒ کے فتاویٰ[۱]:

مولانا پر جو کفر کے فتوے لگائے گئے ہیں ان کی بنیاد عموماً تقویۃ الایمان کی عبارات ہیں جنہیں "مفتی" حضرات نے کم فہمی کی بنا پر سمجھا ہی نہیں۔ مولانا شہید مذکورہ تصنیف کی بعض عبارات بدل دینا چاہتے تھے لیکن ان حضرات نے جن کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کر کے مشورہ طلب کیا تھا کہ ان عبارات کو بدل دیا جائے یا نہ تو انہوں نے مشورہ دیا کہ تقویۃ الایمان بغیر کسی ترمیم کے شائع کی جائے جسے مولانا نے قبول کر لیا۔ اس حقیقتِ حال کے پیشِ نظر کفر کے فتاویٰ کے اولین مستحق تو وہ لوگ ہیں لیکن آج تک غالباً تقویۃ الایمان کے حوالے سے کسی نے بھی ان پر کفر کا فتویٰ صادر نہیں فرمایا۔

بعض لوگوں نے خود ساختہ عقاید مولانا کی طرف نسبت کر کے ان پر کفر کے فتوے لگائے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ معاندین کی اسی روش کو مدّنظر رکھتے ہوئے انتہائی دکھ سے خونِ جگر میں ڈوبی ہوئی تحریر

[۱] سیرت سید احمد شہیدؒ از مولانا ابوالحسن علی ندوی ص۳۵۴، ص۳۵۵ مطبوعہ یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ ۱۹۴۱ء۔ مزید تفصیل اسی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔



لکھتے ہیں:

"۲۴ ذیقعد ۱۲۴۲ھ سے لے کر اس دن تک جس کو سو[۱] برس سے زاید ہونے کو ہیں شاید کوئی دن طلوع ہوا ہو جس کی صبح کو اس شہید اسلام کی جس کی فضیلتیں برطرف، اس کی شہادت مسلم اور شہدا کی مغفرت مسلم تکفیر و تضلیل میں کوئی فتویٰ نہ نکلا ہو۔ لعنت و سب و شتم کا کوئی صیغہ نہ استعمال کیا گیا ہو۔ علماء کی مجلس میں اس پر اتنی لعنت کی گئی جتنی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ پر بنی امیہ کے دربار میں نہیں کی گئی۔ فتنہ و فسادی کی کوئی دلیل نہیں جو اس کے کفر کے ثبوت میں نہ پیش کی گئی ہو۔ وہ ابوجہل و ابولہب سے زیادہ دشمن اسلام، خوارج و مرتدین سے زیادہ مارق من الدین و خارج از اسلام، فرعون و ہامان سے زیادہ مستحق نار، کفر و ضلالت کا بانی، بے ادبوں اور گستاخوں کا پیشوا، شیخ نجدی کا مقلد و شاگرد بتایا گیا اور یہ ان لوگوں نے کہا جن کے جسم نازک میں آج تک اللہ کے لیے ایک پھانس بھی نہیں چبھی، جن کے پیروں میں اللہ کے راستے میں کوئی کانٹا نہیں گڑا، جن کو خون چھوڑ کر کہ اس کا ان کے یہاں کیا ذکر اسلام کی صحیح خدمت میں پسینہ کا ایک قطرہ بھی بہانے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی اور یہ ان لوگوں نے کہا جن کی ماؤں بہنوں بیٹیوں کی عزت و عصمت بچانے کے لیے اس نے اپنا سر کٹایا تو کیا اس کا یہی گناہ تھا اور کیا دنیا میں احسان فراموشی کی اس سے بڑھ کر کوئی نظیر مل سکتی ہے۔ جس وقت پنجاب میں مسلمانوں کا دین و ایمان، جان و مال، عزت و آبرو محفوظ نہ تھی، سکھوں کے گھروں میں مسلمان عورتیں تھیں، مساجد کی بیحرمتی ہو رہی تھی اور اُن میں گھوڑے باندھے جاتے تھے اُس وقت یہ غیرت ایمانی و حمیت والے جو ایک "کلمہ کفر" برداشت نہیں کر سکتے کہاں تھے؟ اور کیا آج بھی شاہ ولی اللہؒ کے پوتے کے علاوہ کوئی کافر نہیں۔[۱] ممکن ہے قارئین کو ان الفاظ سے تکلیف ہو لیکن ؎

رکھیو غالبؔ مجھے اِس تلخ نوائی سے معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

قارئین کرام! شاہ شہیدؒ کی بے لوث بے غرض اور فی سبیل اللہ کی گئی مجاہدانہ کوششوں اور دین متین کے لیے برداشت کی گئی تکالیف کو مدّنظر رکھیں جنہیں گذشتہ صفحات میں مختصراً واضح کیا گیا ہے اور پھر سوچیں کہ کیا وہ واقعی اس کفر و ضلالت کے مستحق ہیں؟ یہاں پر ہی بس نہیں بلکہ ان کو شہید کرنے والے سکھوں کو بھی اچھے لوگ کہا گیا ہے۔ آہ ؎

یہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے
پیدا کیے تھے جو چرخ نے خاک چھین کر

### قتیل یا شہیدؒ

شریعت اسلامیہ نے اللہ کی راہ میں جان

[۱] یہ مدّت اس وقت کی ہے جب مولانا ممدوح نے سیرت سید احمد شہید لکھی تھی۔ اب تو ڈیڑھ سو برس سے زائد مدّت ہونے کو ہے۔

[۱] سیرت سید احمد شہید از علی میاں ندوی مدظلہٗ ص۳۵۰ مطبوعہ یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ ۱۹۴۱ء طبع دوم

قربان کرنے والے کے لیے قتل ہی کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن اس میں "فی سبیل اللہ" کی قید بڑھا دی ہے جیسے "وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ"۱

- "وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ"۲
- فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۳
- وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۴

اور جو قتل خدا کی راہ میں جان قربان کرنے کے علاوہ ہو اس کے لیے مطلق قتل کا لفظ استعمال کیا ہے جیسے

- وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً" ۵
- مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا" ۶
- وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۷

لیکن اُردو زبان میں خدا کی راہ میں جان قربان کرنے والے کو شہید کہتے ہیں اور جو خدا کی راہ میں جان قربان کرنے کے علاوہ کسی اور طرح مرا ہو اُسے قتیل یا مقتول کہتے ہیں، بشرطیکہ وہ کسی طرح بھی شہادت کے زمرے میں نہ آتا ہو۔ اگرچہ قتیل کے معنی بھی شہید کے لکھے گئے ہیں لیکن شہید اور قتیل میں فرق بہرحال ضرور ہے۔ بعض لوگ مولانا شہید کو انہی معنی میں قتیل کہتے ہیں اور یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ مولانا نے راہِ خدا میں جان قربان نہیں کی بلکہ کسی اور مقصد کے لیے سکھوں سے جنگ کی تھی اور میدانِ جنگ میں قتل کر دیے گئے تھے۔ العاذ باللہ۔ کیا اس شخص کا یہی جرم ہے کہ اس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جان قربان کر دی اور اب اسے یہ صلہ مل رہا ہے کہ اس کی تمام عمر کی محنت و مشقت حتیٰ کہ جان کی قربانی پر "قتیل" کہہ کر پانی پھیرا جا رہا ہے اور ذہنوں کو اس کی حکومت الٰہیہ کے لیے کی گئی کوششوں اور قربانیوں سے متنفر کیا جا رہا ہے۔

---

بقیہ : تبصرہ

صاحب کی زیر نگرانی شائع ہوا ہے۔

آج کل فقہ جعفریہ کا جو نام نہاد شور و غوغا ہے اس کی اصلیت کو سمجھنے اور پاکستان میں فقہ حنفی کی کثرت رکھنے والوں کی روشنی ہیں کون سی فقہ نافذ ہو؟ اس سوال کے جواب کے لیے زیر نظر کتابچہ کا مطالعہ نہایت مفید رہے گا۔

## بقیہ : خطبہ جمعہ

روم و ایران کے تخت الٹ دیے وہ انہیں فرشِ خاک پر مسجد کے صحن میں مزے کی نیند سوتے ہوئے نظر آتا ہے اور ان کے دبدبہ و جلال اور حکمرانی کی وسعت کا عالم یہ ہے کہ ہوائیں اُن کا پیغام سپہ سالار ساریہؓ تک لے جاتی ہیں اور دریائے نیل اُن کا حکم پا کر اپنی عادت بدل لیتا ہے۔ مشہور مستشرق گبن کہتا ہے اگر ایک عمر فاروقؓ اور پیدا ہو جاتا تو دنیا میں ہر جگہ اسلام کا اقتدار قائم ہو جاتا، مگر آج اسلام دشمن قوتوں اور ان کے ایجنٹوں نے مخالفانہ پراپیگنڈے کا سارا زور حضرت عمرؓ کے خلاف اسی لیے صرف کر دیا ہے کہ حضرت عمرؓ اسلام کا قیمتی سرمایہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ نبوت کا شاہکار ہیں۔ پاکستان کے حکمران اگر واقعتاً اسلامی نظام کے نفاذ میں مخلص ہوتے تو حضرت عمرؓ کا دورِ عدل و مساوات ان کے سامنے موجود تھا جس کی پیروی کر کے وہ پاکستان کو جنت نشان بنا سکتے تھے۔ اللہ تعالے ہم سب کو اخلاص نیت اور اکابرِ اسلام کے پورے احترام و اکرام کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

---



عہدِ جاھلیت

انتظار حسین اسعد قادری

# اسلام سے پہلے عورت کی مظلومانہ حیثیت

کائناتِ انسان کی بقا اور اس کے تحفّظ کے لیے ربّ العزّت نے توالد و تناسل کا سلسلہ جو جاری کیا، مرد اور عورت کے نام سے دو جنس پیدا کیں۔ باہم دونوں میں جذب و کشش کے فطری جذبات ودلیعت کیے گئے۔ ہر صنف میں دوسری صنف کی طلب کا تقاضا محفوظ کیا گیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان میں ہر ایک دوسرے کو اپنی تسکین کا ذریعہ سمجھنے پر مجبور ہے۔ اور یہ ایک واقعہ ہے ہر ایک کی زندگی دوسرے کے بغیر نامکمل اور ادھوری بن کر رہ جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مرد، کامل مرد رہتے ہوئے عورت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عورت، عورت کے لباس میں رہتے ہوئے مرد کے بغیر مطمئن زندگی نہیں گذار سکتی مگر انسان جلدباز اور عجلت پسند واقع ہوا ہے اس نے زندگی کے اس اجتماعی شعبہ میں بھی افراط و تفریط پیدا کی اور جنسی خواہشوں کی راہوں میں بھی ان قدرتی نشان زدہ حدود سے ہٹتا جا رہا ہے جن سے تجاوز میں خود انسانیت اور انسانی نسلوں کی بربادی تھی۔

پس اسلام نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں فطرت کے حدود پر انسانیت کو کھینچ کھینچ کر پہنچایا وہیں جنسی میلان کی راہوں میں بھی اعتدال کا جو فطری و طبعی نقطہ ہو سکتا تھا اس پر چاہا کہ حدود سے ہٹنے والوں کو واپس کیا جائے۔ آئین و قوانین کا ایک مستقل ضابطہ ہی اس سلسلہ میں عطا کیا گیا ہے۔

ہم ایک خاص رنگ میں اسی ضابطۂ حیات کو آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں کہ جن دلوں میں اللہ کا ڈر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آخرت کا خوف ہو گا انکی اصلاح کا ذریعہ یہ معروضات بن جائیں۔

اسلام نے جس زمانہ میں اس شعبہ زندگی کے آئینی دفعات کو لوگوں کے سامنے رکھا تھا یہ وہ زمانہ تھا کہ رشتۂ ازدواج کا جو بنیادی مقصد تھا وہ بھلایا جا چکا تھا۔ سکون اور آسودگی کی اس کیفیت سے قلوب خالی ہو چکے تھے جو زن و شوہر کو ایک حقیقت بنا دیتی ہے۔ باہمی محبت و رافت کا وہ حال ختم ہو چکا تھا جس سے دو خاندانوں اور دو جانوں میں یگانگت اور تعاون کا جذبہ پروان چڑھتا ہے اور نہ کوئی اور نیک اثر اس رشتہ کا باقی رہ گیا تھا۔ اللہ اللہ ازدواجی ہنگامہ آرائیوں کی روح عفّت و عصمت تک ایک بے قیمت چیز ہو چکی تھی۔ چھلکے رہ گئے تھے مغز غائب ہو چکا تھا۔

### عورت کی مظلومیت

ہر جگہ صنف نازک (عورتیں)

مردوں کے ظلم و جور کا شکار بنی ہوئی تھیں۔ مرد، مرد نہیں بلکہ نازک و کمزور صنف کے مقابلہ میں جنگل کا درندہ تھا۔ کرۂ ارض کی انسانی بستیوں کا یہ عام حادثہ تھا۔ اس سلسلہ میں شائستہ و ناشائستہ متمدن و غیر متمدن اقوام و افراد میں سچ پوچھئے تو چنداں فرق باقی نہ رہا تھا۔ چوپاؤں اور گھر کے دوسرے سامانوں کی طرح عورتیں خریدی اور بیچی جانے لگیں۔ مرد عورت پر اپنی نفسانی خواہشوں کے لیے جبر و تشدد پر اتر آیا۔ حد یہ ہے کہ عورتوں کو بدکاری کے پیشہ تک اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا یعنی اپنی ہوس رانیوں کا ذریعہ بنانے کے ساتھ زرکشی کا ذریعہ بھی مردوں نے ان غریب عورتوں کو بنا لیا تھا۔ جاہلیت میں عورتیں انسان اور حیوانات کے درمیان ایک مخلوق سمجھی جانے لگی تھی جن کا مقصد نسلِ انسانی کی ترقی اور مرد کی خدمت کرنا تھا اور یہی وجہ تھی کہ لڑکیوں کی پیدائش باعث ننگ و عار تھی۔ پیدا ہونے کے ساتھ اُن کو زندہ درگور کر دینا اسی کو بعضوں نے اپنی شرافت و افتخار کا اقتضاء قرار دے رکھا تھا۔ جاہلیت کی تاریخ کے اس خاص حصے کے متعلق قرآن ہی سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں عبرت کے لیے تو وہی کافی ہیں۔

**قرآن نے ہمیں عورتوں کے بارے میں ایک مستقل ضابطہ بحیثیت مشعل راہ عطا کیا ہے**

### بچیوں کی پیدائش کا باپ پر اثر:

باپ کے دل میں لڑکی کی ولادت کی خبر سُن کر جو اثر پیدا ہوتا ہے قرآن میں اسی کی اطلاع ان الفاظ میں دی گئی ہے:

اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ۔

ان میں سے جب کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جائے تو سارے دن اُس کا چہرہ بے رونق رہے اور دل ہی دل میں گھٹتا رہے جب (تولد دختر) کی خبر دی گئی ہے اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے (اور سوچ میں پڑ جائے کہ) ذلّت برداشت کر کے اُس کو رکھے یا مٹی میں گاڑ دے (تاکہ ذلّت سے نجات ملے)۔

### بچیوں کا بے رحمانہ قتل

یہ احساس تھا جاہلیت میں غریب لڑکیوں کے متعلق، پھر کون سا تعجب ہے اگر اکثر لوگ اس ذلّت سے بچنے کے لیے بچیوں کو مار ڈالتے ہوں۔ انہی سنگ دلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن حکیم میں حکم دیا گیا:

لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (الانعام)

اپنی اولاد کو ناداری کی وجہ سے قتل نہ کرو۔ ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور اُن کو بھی۔

کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہی غیر فطری حرکات کی وجہ سے عورتوں کی تعداد جاہلیت میں گھٹتے ہوئے اس حد کو پہنچ گئی تھی جو حالت ہندوستان کی بعض قوموں میں دختر کشی کی ظالمانہ رسم نے پیدا کر دی ہے یعنی بھاری بھاری قیمتیں ایک عورت کی اُن کو ادا کرنی پڑتی ہیں اور یوں "نسوانی وجود" کو ان میں بھی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے جیسے عرب جاہلیت کی بعض روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیوی کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن اس کا مطلب وہی تھا کہ اس کے حاصل کرنے میں کافی قیمت صرف کرنی پڑتی تھی

### عفّت و عصمت کی بربادی

مگر جاہلیّت کے جس دور کے لوگوں پر قرآن میں اس حکم کے نافذ کرنے کی ضرورت ہوئی یعنی

لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو بالخصوص اس وقت جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہیں (سوچو تو یہ صرف اس لیے کہ) تم کو دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل ہو جائے۔

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ "نسوانیت" کا مقام ان کی نظروں میں کیا تھا؟ بخاری شریف کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت میں عورتیں رہن بھی رکھی جاتی تھیں۔ محمد بن مسلمؓ کہتے ہیں کہ میں جب کعب بن الاشرف کے یہاں گیا اور غلّہ قرض دینے کی درخواست کی تو اُس نے کہا تم اپنی عورتیں میرے پاس گروی کر دو۔ ان (قرض طلب کرنے والوں) نے کہا آپ کے یہاں ہم اپنی عورتیں کیسے گرو کر سکتے ہیں جب کہ آپ عرب میں سب سے خوبصورت ہیں۔

اس واقعہ سے بھی اندازہ لگائیے کہ عورتیں کتنی مظلوم تھیں اور ان کی عصمت کتنی سستی خیال کی جاتی تھی۔ نکاح کا نام تو ضرور تھا مگر اس کی حالت کیا تھی۔ کہنا چاہیئے اس کی اکثر صورتیں زنا کی تھیں ورنہ اتنی بات تو بہرحال ہے کہ عورت کی عصمت و عفت کی کوئی قدر نہ تھی، لیکن حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تمام ناجائز صورتوں کو بند کیا۔ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم جب حق لے کر مبعوث ہوئے تو آپ نے جاہلی نکاحوں کو بند کیا صرف اس نکاح کو باقی رکھا جو آج رائج ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت میں عورتوں کی عصمت و عفّت اپنی قدرتی قدر و قیمت سے محروم ہو چکی تھی جہاں اپنی رضامندی سے شوہر ہی اپنی بیویوں کو اجنبی مردوں سے تخم حاصل کرنے کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ اسی سے اندازہ کیجئے کہ عورت اور اس کی عفّت و عصمت کے متعلق جاہلی احساسات دناءت و رذالت کے کن حدود تک پہنچ چکے تھے۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد یہ سمجھتا تھا کہ عورت مہر کے عوض میرے ہاتھ بک گئی اور یہی وجہ تھی کہ شوہر کے مرنے کے بعد وہ مال متروکہ بن جاتی تھی۔ (جاری ہے)

**حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم**

تونگری کثرتِ مال و اسباب کا نام نہیں ہے۔ تونگری دل کی تونگری کو کہتے ہیں۔

# تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے — مدیر

نامِ کتاب : آسان تفسیر (سورۂ آلِ عمران)
مصنّف : حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ العالی
قیمت : ۱۵/ روپے صرف
شائع کردہ : دارالارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت سے کون واقف نہیں؟ انہوں نے تقاریر و تصانیف کے ذریعے دین مبین کی جو خدمت انجام دی ہے وہ انہی کا حصّہ ہے۔ حضرت قاضی صاحب کی شخصیت پر کچھ لکھنا بے ادبی ہے۔ مقصود زیرِ نظر کتاب کی افادیت سے عامۃ الناس کو متعارف کرانا ہے تاکہ اس مادی دَور میں گناہ کی گھٹا ٹوپ اندھیر نگری میں ڈوبی ہوئی قوم قرآن کی روشنی میں ہدایت پا سکے۔

زیرِ نظر کتاب کے شروع میں امام الہدیٰ حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کی گرانقدر تحریر من و عن شائع کی جا رہی ہے۔ تاکہ قارئین زیرِ نظر کتاب اور اس کے مصنّف سے آگاہ ہو سکیں۔

حضرت انور نوّر اللہ مرقدہٗ لکھتے ہیں:۔
" مخدوم العلماء حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب متع اللہ المسلمین بانفاسہم اسم مسمّٰی شخصیت ہیں علم و عمل، زہد و تقویٰ، اخلاص و للّٰہیت کی چلتی پھرتی تصویر ہیں۔ وہ اس دَورِ زندقہ و الحاد میں اسلام کا سرمایۂ گراں مایہ ہیں۔ ان سے اپنے زمانہ دیوبند سے واقف ہوں موصوف کو اپنے اکابر بالخصوص حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ اور حضرت الامام لاہوریؒ سے جو قوی نسبت اور گہری عقیدت ہے اس کی چھاپ ان کی زندگی میں نمایاں ہے۔ یہ ذکر و فکر تزکیہ و تصفیہ، قلب سے ربط و اشتغال علوم و معارف قرآنی کی نشر و اشاعت اور متعدد مقامات پر سالہا سال سے مسلسل درسِ قرآن سے شغف و انہماک حضرت قاضی صاحب کے خلوص نیّت اور دل میں اللہ کی خشیت کی قوی علامت ہے۔ خاص طور پر واہ کینٹ کے ایک ڈیڑھ گھنٹہ کے ماہانہ درسِ قرآن و حدیث کے لئے دور دراز سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے ہر طبقہ و خیال کے لوگ بڑی تعداد میں آکر فیض یاب ہوتے ہیں۔ پھر یہ مضامین رسائل بالخصوص ماہنامہ دارالارشاد اٹک میں چھپ کر ملک کے گوشہ گوشہ میں ہزاروں کی اصلاح و ہدایت کا باعث بنتے ہیں ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تصنیف و تالیف کا اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب کو خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے تقدیر کی طرح ان کی تحریر میں ایسا سلجھاؤ ہے کہ معمولی پڑھا لکھا آدمی بخوبی مستفید ہو سکتا ہے۔ موصوف کی تقریر و تحریر تفرقہ اندازی، طعن و تشنیع کے تیروں اور تبرا و تضحیک سے قطعی پاک ہوتی ہے۔ الحمد للہ، اپنے اکابر کی طرح صراطِ مستقیم پر اعتدال کے ساتھ گامزن ہیں۔ قاضی موصوف کی بیشتر



تصانیف کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ خاص کر معارف القرآن اور آسان تفسیر جلد اوّل عوام و خواص کے ہر طبقہ میں بڑی مقبول ہوئی ہے۔ ملک بھر کے چیدہ ترین علماء مصنفین نے ان کی افادیت کی شہادت دی ہے اور بلاشبہ ان کتابوں سے وقت کی اہم علمی اور دینی تقاضے پورے ہوئے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ اب آسان تفسیر جلد دوم سورۃ آلِ عمران زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر آ گئی ہے جو واقعی اسم بامسمّٰی ہے۔ ترجمہ بین السطور میں حضرات دہلی کے طرز پر ربط آیات، ضروری فوائد خلاصہ، مضامین آسان اور واضح زبان اس کے انفرادی خصائص ہیں۔ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کی صحت و عمر میں برکت عطا فرمائیں اگر اسی طرز پر قرآن کریم کی تفسیر مکمل ہو جائے تو بہت مفید رہے گی۔

امام الہدیٰؒ کے ارشادات عالیہ کے بعد کچھ لکھنا صریحاً بے ادبی ہے۔ قارئین کرام سے اتنی گذارش ضرور ہے کہ وہ حضرت قاضی صاحب کی زیرِ نظر کتاب " آسان تفسیر " بلکہ ہر تصنیف کا مطالعہ ضرور کریں تاکہ علم و ایمان کو پختگی نصیب ہو۔

نامِ کتاب : درسِ قرآن مجید (ساتواں سالانہ مجموعہ)
از : حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ
مرتب : محمد عثمان غنی بی اے
شائع کردہ : دارالارشاد، مدنی روڈ اٹک شہر۔
قیمت : ۲۴/ روپے
صفحات : ۲۵۲

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب غفرلہٗ ہر ماہ باقاعدگی سے واہ کینٹ میں درسِ قرآن مجید دیتے ہیں جو بڑی احتیاط اور ترتیب سے ٹیپ کرنے کے بعد صفحہ قرطاس پر ہمارے محترم و مربّی جناب محمد عثمان غنی منتقل کرتے ہیں۔ مکتبہ دارالارشاد مدنی روڈ اٹک والے مبارکباد کے مستحق ہیں انہوں نے حضرت قاضی صاحب مدظلہٗ کی جہاں بے شمار تصانیف شائع کی ہیں وہاں ان قیمتی دروس کو خوبصورت کتابت اور عمدہ طباعت و کاغذ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب درسِ قرآن مجید کا ساتواں سالانہ مجموعہ ہے۔ ہر سال بارہ دروس ہوتے ہیں۔ اور سال کے آخر میں انہیں کتابی شکل میں شائع کر دیا جاتا ہے تاکہ دوسرے حضرات بھی اس قیمتی خزانہ سے فیض یاب ہو سکیں۔

محترم مرتّب نے ہر درسِ قرآن مجید سے قبل انڈکس کے طور پر عملی اور دینی فوائد کو نمبروں کی ترتیب سے مرتّب کیا ہے۔ جس سے قرآن کے مضامین کا مطالعہ آسان ہو گیا ہے۔ دینی ذوق رکھنے والے حضرات کے لئے خصوصاً اور دوسرے حضرات کے لئے عموماً یہ دروس نہایت فائدہ مند ثابت ہوں گے۔

---

نامِ کتاب : امام ابوحنیفہؒ اور اُن کی مرتّبہ فقہ حنفی کا مختصر تعارف
از : حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ
شائع کردہ : دارالارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر
قیمت : صرف دو روپے

زیرِ نظر کتابچہ میں حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی نے عالم اسلام کے عظیم قانون ساز امام ابوحنیفہؒ کے مختصر حالاتِ زندگی ترتیب دینے کے بعد ان کی مرتّبہ فقہ حنفی کا مختصر سا تعارف کرایا ہے اور اسی مضمون کی مناسبت سے اس مضمون کو بھی شاملِ اشاعت کر دیا ہے جو ملک کے نامور قانون دان جسٹس بدیع الزمان

(باقی ۲۰ پر)

# طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

## ریاحی درد

س: طبی مشوروں کے متواتر مطالعے سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ کی تشخیص بفضلِ خدا بہت عمدہ اور صحیح ہوتی ہے۔ میں گذشتہ پانچ مہینے سے جسم میں درد میں مبتلا ہوں۔ یہ درد کبھی کمر، کبھی بازو، کبھی گردن، کبھی ٹانگوں میں ہوتا ہے اور جگہ بدلتا رہتا ہے جسم کمزور ہوگیا ہے چلنے میں دشواری ہوتی ہے۔ سر میں بھی ہلکا درد رہتا ہے، چکر بھی آجاتے ہیں۔ قبض کی شکایت ہے۔ کھانے کے بعد درد اور اپھارہ ہوجاتا ہے۔ سینے میں جلن بھی ہوتی ہے۔ کبھی دل ساکت ہونے لگتا ہے کبھی حرکت تیز ہوجاتی ہے۔ پیشاب میں شوگر نہیں ہے البتہ فاسفیٹ اور کیلشیم خارج ہوتے ہیں۔

(پروفیسر فقیر حسین بھٹی، لاہور)

ج: جو درد جسم کے مختلف حصوں میں پھرتا رہے اسے ریاحی درد کہتے ہیں۔ سادہ سا نسخہ حاضر ہے۔

سورنجاں شیریں ۲ تولہ، زنجبیل ۲ تولہ، چینی ۴ تولہ۔ تینوں کو باریک پیس کر ملالیں ½ ماشہ صبح، دوپہر، شام پانی کے ساتھ کھائیں نیز کھانے کے بعد سونف ۳ ماشہ کھایا کریں۔ رات سوتے وقت گلقند آفتابی ۵ تولہ پاؤ بھر گرم دودھ میں ملا کر کھائیں اور ۶ ماشہ سونف بھی چبا کر کھائیں۔ دو ہفتے بعد کیفیت سے مطّلع فرمائیں۔

## جسم گرم رہتا ہے

س: ہمارے شہر کے کئی لوگ آپ سے دوائی منگوا کر استعمال کر چکے ہیں اور بفضلِ خدا سب خیریت سے ہیں اور آپ کے لیے دعاگو ہیں۔

میں بھی پُرانا مریض ہوں۔ عمر ساٹھ سال ہے۔ انگریزی، دیسی اور ہومیوپیتھک دوائیں استعمال کرچکا ہوں لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوتا۔ میرا جسم ہر وقت گرم رہتا ہے۔ ہاتھ پاؤں جلتے ہیں۔ جسم سے گرم ہوا نکلتی ہے۔ پیٹ میں اکثر ہوا بھری رہتی ہے۔ قبض بھی اکثر رہتی ہے۔ پیٹ میں ناف کے اوپر گولا سا محسوس ہوتا ہے۔ سگریٹ اور چائے پیتا ہوں۔ کوئی مناسب علاج تجویز فرمائیں۔

سردار محمد
کچہری بازار، ٹوبہ ٹیک سنگھ

ج: صبح سویرے ایک دو میل پیدل سیر کریں۔ مہندی اور ریگو کے نرم پتّے گھوٹ کر ہاتھ پاؤں پر لگایا کریں۔ برگ مہندی ۹ ماشہ رات کو پاؤ بھر پانی میں بھگو دیں۔ صبح اس پانی میں ایک چمچی چینی ملا کر پی لیا کریں۔ رات سوتے وقت گلقند آفتابی ۵ تولہ، پاؤ بھر گرم دودھ میں ملا کر کھایا کریں۔ نیز ۶ ماشہ سونف بھی کھایا کریں۔ صبح دوپہر شام کھانے کے بعد سونف کھایا کریں۔ انشاء اللہ صحت ہوگی۔

### حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سعادت مند وہی ہے جو غیر کے حال کو دیکھ کر نصیحت پکڑے۔